فنِ تعمیر میں مسلمانوں کے کارناموں کا تاریخی مطالعہ

Historical study of Architectural deeds of Muslims

*ڈاکٹر محمد سعید شفیق

**سعید الحق جدون

ABSTRACT

The rise of Muslims is not only worthy example for the world among the countless features but it is also a good example of constructive as well as intellectual development.

The glorious history of Islamic development of science and arts covers the early stages of Islam and lasts till the 18th century which is the longest period. The popularity of Islamic science and arts and discoveries are spread all over the world.

Muslims not only gave first priority to the justice, education and learning during their reign but on other hand they also kept their attention on the intellectual and physical development, science and arts and awesome constructions, that is why in the past the development and progress of medicine and science is exemplary for the world, which is admitted by the experts of art and architecture.

After the age of the Companions of Messenger of Allah Ummayyed constructed mosques in Kufa and Damascus, Bannu Abbas constructed Qurtaba's mosque, bungalow of Khamra and Fatmi rulers built Mahdia and Qahra, which are the most significant and memorable deeds of fine arts.

In this article the fantastic contribution of Muslims in the field of arts and architecture will be reviewed which will make it clear that this sector (Arts and Architecture) was also on track for growth and development like other sectors during the rules of Muslims and they performed such a feats in this field that even an advanced man of today is astonished by watching these feats.

Key Words: Intellectual development, Architecture, Ummayyed, Bannu Abbas

تمہید

مسلمانوں کا عہدِ عروج دنیائے عالم کے لئے عدل وانصاف، ترقی وخوشحالی، تعمیری وفکری کارنامے غرض ہر فن میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکمرانی میں اگر ایک طرف عدل وانصاف اور اپنے رعایا کی علمی ومادی ترقی کو اولیت دی تو دوسری طرف انہوں نے

* ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ علوم اسلامیہ، ویمن یونیورسٹی مردان

** پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

سائنس وفنون اور بے نظیر تعمیرات کی طرف بھی اپنی توجہ مبذول رکھی۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا عہدِ رفتہ دنیا کے لئے طب اور سائنس کی طرح تعمیر و ترقی کی بھی عمدہ مثال ہے۔ جس کا اعتراف ماہرینِ فن تعمیر و آرٹ ہر زمانے میں کرتے چلے آئے ہیں۔

کسی قوم کی تعمیر کردہ عمارات کے آثار اس قوم کے تمدن کا ایک بڑا مظہر ہوتا ہے۔ جس سے ان کی تہذیب و تمدن اور ترقی و خوشحالی کا اندازہ باسانی لگایا جاسکتا ہے۔ نیز ان آثار کی روشنی میں کسی قوم کی تمدنی، مذہبی اور سیاسی تاریخ مرتب کرنے میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ ایس پی سکاٹ لکھتے ہیں:

اسلام دشمن قوتوں، باہمی خانہ جنگیوں اور متعصبوں کے تباہ کن ہاتھوں سے جو آثار بچ کر ہم تک پہنچے ہیں وہ بیش قیمت مجسم تاریخیں ہیں [1]۔

اسلامی علوم وفنون اور تعمیر و ترقی کی شاندار تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے لیکر اٹھارھویں صدی عیسوی تک کے عرصے پر محیط ہے۔ مسلمانوں کے علوم و فنون اور ایجادات کا چرچا چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا، اور اس میں عرب قوم ہر جگہ سرِ فہرست نظر اتی ہے۔ان کی سرزمین سے اسلام کا آفتاب پورے عالم پر ضیاء پاشی کرتا رہا، اور یہی لوگ زندگی کے ہر شعبے میں پیش رو اور نقطۂ آغاز رہے۔

عہدِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے تعمیری آثار:

اہلِ عرب نے فنِ تعمیر میں جس تیز رفتاری اور سرعت سے کام لیا وہ انتہائی حیرت انگیز ہے۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت جزیرہ نمائے عرب میں کوئی قابل ذکر تعمیری نشان موجود نہیں تھا۔ یہاں تک کہ انسانیت کا روحانی مرکز اور اہلِ عرب کا باعثِ افتخار خانہ کعبہ بھی ایک سادہ سا مکان تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مدینہ کے مضافات میں قبا کے مقام پر ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر فرمائی۔ جس کو اسلام میں پہلی مسجد کا اعزاز حاصل ہے۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد سے ایک دوسری سادہ مسجد بنائی، جو مسجدِ نبوی کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے اب دنیا کی ایک

مثالی اور شاندار عمارت کے طور پر موجود ہے، مگر ابتدائی حالت میں یہ ایک چھوٹی سی مربع شکل کی مسجد تھی۔ مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد انسانیت کی کامل راہنمائی اور انہیں دینِ حق کی طرف بلانا تھا اس لئے آپ ﷺ نے تعمیرات کو زیادہ توجہ نہیں دی۔ اس کے بعد حضرات خلفائے راشدین کا مشہود لہ بالخیر دور آیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ساری توجہ اسلام کے استحکام اور اسلام دشمن قوتوں کے زور توڑنے کی طرف تھی، اس حیثیت سے اسلام کو خوب استحکام نصیب ہوا، اور اندرونی و بیرونی سازشوں کی کمر توڑ دی گئی، جس کی وجہ سے کوئی قابلِ ذکر تعمیری کارنامے نہ ہو سکے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا چلا گیا۔ آپ کے مقرر کردہ گورنرِ کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مسجدِ کوفہ تعمیر کی جس کے ستون سنگِ مرمر کے تھے۔ فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فسطاط میں ایک سادی مسجد بنوائی، جو اب جامع عمرو کے نام سے موسوم ایک عالیشان مسجد ہے۔[2]

خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تعمیرات میں اچھا خاصا اضافہ ہو گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیرِ نو اور توسیع کا کام کروایا، اور اس کی تزیین اور مضبوطی پر خصوصی توجہ دی، چنانچہ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں:

وغيره عثمان فزاد فيه زيادة كثيرة، وبنى جداره بالحجارة المنقوشة والقصة، وجعل عمده من حجارة منقوشة وسقفه بالساج[3]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں تبدیلی (اضافہ اور خوبصورتی کا کام) کروائی۔ اس کی دیواروں میں منقش پتھروں اور چونے کا استعمال کروایا، اور اس کے ستون منقش پتھروں سے بنوائے اور سال کی چھت بنوائی۔

یہ فنِ تعمیر کے باب میں آپ کا ایک روشن کارنامہ اور نئے باب کا آغاز تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں سیاسی کش مکش اور خانہ جنگی کی کیفیت جاری رہی اس لئے اس باب میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ ہو سکا[4]۔

عہدِ بنی امیہ کے تعمیری آثار:

جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے لگے تو مال و دولت کی فراوانی اور مختلف اقوامِ عالم کے اختلاط کے اثرات مسلمانوں میں نمودار ہونا شروع ہوئے۔ 41ھ، 661ء میں بنوامیہ برسرِ اقتدار آئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

> فاستقر فيها من ربيع الآخر أو جمادى الأولى سنة إحدى و أربعين فسمي هذا العام عام الجماعة لاجتماع الأمة فيه على خليفة واحد[5]
>
> ربیع الثانی یا جمادی الاولی سن اکتالیس (41ھ) ہجری کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت مستحکم ہو گئی اسی وجہ سے اس سال کو عام الجماعہ کہتے ہیں کیونکہ اسی سال امت ایک خلیفہ پر متفق ہو گئی۔

دارالخلافہ مدینہ منورہ سے دمشق منتقل ہوا۔ وہاں عیسائیوں کے بڑے بڑے کلیسا موجود تھے، چنانچہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خواہش انگڑائی لینے لگی کہ وہ بھی اسلامی مقامات اور مراکز کو عالیشان اور پُر عظمت قالب میں ڈھال کر پیش کریں، اور ایسی عالیشان مساجد اور سرکاری عمارات تعمیر کریں جو غیروں کے کلیساوں اور خانقاہوں سے زیادہ عمدہ اور شاندار ہوں، چنانچہ اموی حکمرانوں نے محیر العقول اور پر وقار عمارات تعمیر کیں۔

1۔ جامع کوفہ:

یہ مسجد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کروائی تھی، بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں زیاد بن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسجد کو از سرِ نو اینٹ اور چونے سے نہایت مستحکم اور مضبوط طریقے سے تعمیر کی، اور اس پر فراخدلی سے مال خرچ کیا، زیاد کا قول ہے:

انفقت على كل أسطوانة من أساطين مسجد الكوفة ثماني عشرة مئة.

میں نے مسجدِ کوفہ کے ہر ستون پر اٹھارہ سو درہم خرچ کئے ہیں[6]۔

اس مسجد کا رقبہ بیت المقدس کے برابر ہے یہ ایک مربع چبوترے پر تعمیر ہوئی ہے، جو سطحِ حرم سے سوا تین گز بلند ہے۔ چبوترے تک پہنچنے کے لئے کئی زینے بنے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر نو کدار محرابیں نہایت خوبصورت سنگِ مرمر کے ستونوں پر رکھی ہوئی ہیں۔[7]

پہلی صلیبی جنگ کے دوران جب نصرانی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اس عمارت نے انہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، اس کی شہرت یورپ میں اس قدر زیادہ ہوئی کہ انہوں نے بہت سے گرجے اس کے طرز پر تعمیر کئے۔ اس کی شہرت محض ایک تاریخی یادگار کے طور پر نہیں بلکہ یہ ایک مضبوط اور اعلیٰ درجہ کی عمارت ہے، جو فلسطین کی تمام عمارتوں سے اعلیٰ اور عمدہ تھی، اس کی عظمت اور شوکت کا حال یہ تھا کہ جب ٹیٹس[8] اس کو آگ میں جلنے سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا تو وہ اسے دیکھ کر خود بھی حیرت میں پڑ گیا تھا۔[9]

مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار کا کام کیا گیا ہے جن میں مختلف قسم کے جاذب نظر اور دلکش گل بوٹے بنائے گئے ہیں۔ جب اس عمارت پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں تو اس میں لگی تختیاں جواہرات کی طرح چمکنے لگتی ہیں، جس سے عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس مسجد کی خوبصورتی اور جاذبیت خواب و خیال سے بھی بالاتر ہے۔[10]

1023ء میں اس مسجد کے گنبدوں کی تعمیرِ نو ہوئی، جن کے حسن و جمال کے بارے میں لیبان لکھتے ہیں:

اس کی مختلف قسموں کی رنگ آمیزیاں، رنگین پتھروں کی پچی کاریاں اور پیچ دار گل کاریاں آنکھوں کے سامنے عجیب سماں پیش کرتی ہیں، اس کی کھڑکیوں میں رنگین شیشے لگے ہوئے ہیں جن کا حسن اور لطف یورپی کلیساوں سے کہیں زیادہ ہے۔[11]

عبد الملک بن مروان کے بعد ولید بن عبد الملک کا دور آیا، وہ بھی فنِ تعمیر اور خوبصورت عمارات بنوانے کا دلدادہ تھا، اس کے ذوقِ تعمیر کا نتیجہ تھا کہ عمارات پر گفتگو زبان زدِ عام ہو گئی۔ اس نے دمشق کو دلہن کی طرح سجا کر سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔

2۔ مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع

بنی امیہ کے دور میں مسجدِ نبوی ﷺ میں توسیع کی گئی اور اس کی تزئین و آرائش کی خاطر روم اور مدائن سے نقش و نگار کا سامان منگایا گیا۔ قیصر روم نے اس موقع پر ایک لاکھ مثقال سونا اور تزئین کا سامان بھجوایا۔ اس پر جس فراخدلی کے ساتھ دولت خرچ ہوئی، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف قبلہ رخ دیوار کی تعمیر و تزئین پر پینتالیس ہزار اشرفی خرچہ آیا تھا۔[12]

3۔ جامع مسجد دمشق (جامع اموی)

جامع مسجد دمشق تاریخِ اسلام کی قدیم ترین اور مشہور ترین مساجد میں سے ہے، اور مسلمانانِ عرب کے فنِ تعمیر کا عظیم شاہکار اور منہ بولتا ثبوت ہے، اسے بنوامیہ کے مشہور خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان نے تعمیر کروایا تھا، اسی وجہ سے اسے جامع اموی بھی کہا جاتا ہے اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں بیک وقت بیس ہزار آدمی نماز ادا کر سکتے ہیں۔[13]

رومیوں کے دورِ حکومت میں یہاں عیسائیوں کا کلیسا تھا جو کنیسۃ یوحنا کے نام سے مشہور تھا، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں دمشق پر حملہ ہوا تو آدھا شہر مسلمانوں نے لڑائی کے ذریعے فتح کیا جبکہ باقی حصے کے فتح ہونے سے پہلے ہی اہلِ شہر نے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں سے صلح کی۔ اتفاقاً اس کلیسا کا آدھا حصہ لڑائی سے اور آدھا حصہ صلح سے فتح ہوا تھا چنانچہ جو حصہ لڑائی سے فتح ہوا تھا اس میں مسلمانوں نے مسجد بنالی اور باقی نصف حصے کو معاہدے کی شرائط کے مطابق کلیسا ہی برقرار رکھا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں نمازیوں کی کثرت کی بناء پر مسجد تنگ پڑ گئی، چنانچہ آپ نے کلیسا کے ذمہ داروں سے کہا کہ اگر آپ یہ جگہ مسجد کے لئے دیدیں تو دمشق اور اس کے مضافات میں آپ کو چار کلیساوں کی جگہ دی جائے گی، اس پر عیسائیوں نے اپنی رضامندی سے یہ کلیسا مسلمانوں کے حوالے کیا جس کو ولید نے مسجد میں شامل کروایا۔[14]

ولید بن عبدالملک نے ان دونوں حصوں کو ملا کر ایک عالیشان مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا جو فنِ تعمیر کے لحاظ سے عرصۂ دراز تک سب سے عالیشان اور خوبصورت مسجد قرار پائی۔ امام شافعیؒ کا فرمان

ہے کہ یہ مسجد دنیا کے پانچ بڑے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہے۔[15] اس مسجد کی تعمیر پر ولید بن عبدالملک نے کثیر رقم خرچ کی، ابن جوزیؒ نے اس مسجد پر بھاری رقم خرچ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

> وفي سنة ثمان وثمانين بنى الوليد مسجد دمشق فانفق عليه مالا عظيما قال أبو قصي: وحسبوا ما أنفق على مسجد دمشق، وكان أربعمائة صندوق، في كل صندوق ثمانية وعشرون ألف دينار وقد حكى محمد بن عبد الملك الهمداني، أن الجاحظ حكى عن بعض السلف أنه قال: ما يجوز أن يكون أحد أشد شوقا إلى الجنة من أهل دمشق لما يرون من حسن مسجدهم[16].

سن اٹھاسی ہجری میں ولید نے مسجد دمشق تعمیر کروائی اور اس پر بہت زیادہ مال خرچ کیا۔ ابو قصی کہتے ہیں کہ مسجد دمشق کے اخراجات کا اندازہ لگایا گیا تو اس پر چار سو صندوق خرچ ہوئے تھے ہر صندوق میں اٹھائیس ہزار دینار تھے (اس لحاظ سے کل اخراجات ایک کروڑ بارہ لاکھ سونے کے دینار تھے) محمد بن عبدالملک ہمدانی نے حکایت نقل کی ہے کہ امام جاحظ نے بعض اسلاف کا قول نقل کیا ہے کہ اہلِ دمشق سے زیادہ جنت کا شوقین کوئی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ان کی مسجد کا حسن لوگوں کے سامنے ہے۔

اس مسجد کی تعمیر کے لئے مقامی لوگوں کے علاوہ بیرون ممالک سے ماہرین کو بلوایا گیا، جس کی تصریح مورخین نے ان الفاظ میں کی ہے:

> واحتمل له الصناع من بلاد الروم، ومن سائر بلاد الإسلام[17]

اس کے لئے روم اور دیگر اسلامی ممالک سے کاریگروں کو بلوایا گیا۔ علامہ ابن جوزیؒ تحریر فرماتے ہیں:

> وعمل هذا الجامع في تسع سنين،حسبوا ما انفق على الكرمة التي في قبلة مسجد دمشق فكانت سبعين ألف دينار[18].

اور اس مسجد کی تعمیر سات سال میں ہوئی۔ اس کے قبلہ کی جانب والی گنبد پر ستر ہزار دینار خرچ ہو چکے ہیں۔

یہ مسجد نہ صرف اپنے دور میں بلکہ بعد کے ادوار میں بھی ایک تعمیری شاہکار رہی، چنانچہ ایک دفعہ خلیفہ مامون جامع دمشق آئے اور ان کے ساتھ ابو اسحاق المعتصم اور یحییٰ بن اکثم بھی موجود تھے، تو مامون نے ان سے پوچھا کہ اس مسجد کی کونسی چیز آپ لوگوں کو زیادہ پسندیدہ اور قابلِ رشک لگی؟ ابو اسحاق نے کہا کہ اس میں سونے کا بھرپور اور بر محل استعمال اور اس کی پائیداری اور مضبوطی۔ مامون نے کہا کہ یہ بات زیادہ قابلِ تعجب نہیں۔ یحییٰ بن اکثم کہنے لگے کہ اس مسجد میں سنگِ مرمر اور مختلف دھات اور موتیوں کو جس عمدگی کے ساتھ لگایا گیا ہے وہ سب سے نمایاں چیز ہے۔ مامون کہنے لگے کہ اس مسجد کی سب سے عمدہ اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں، نہ ہی اس جیسی عمارت پوری دنیا میں پائی جاتی ہے۔[19]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات تابعین کے دور سے ماضی قریب تک اسلامی دنیا کے تشنگانِ علوم یہاں سے کسبِ فیض کرتے چلے آئے ہیں، خطیب بغدادیؒ، امام غزالیؒ، ابن عساکرؒ اور حافظ ابن کثیرؒ جیسے نابغۂ روزگار شخصیات کے حلقۂ ہائے دروس یہاں جاری رہے۔

عہدِ بنی عباس کے تعمیری آثار:

133ھ ہجری بمطابق 750ء کو بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور بنو عباس نے زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ بنو عباس نے اپنے دورِ حکومت میں دیگر اہم امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ فنِ تعمیر میں بھی نمایاں کارنامے انجام دیئے، جو آثار ان حضرات کی عظمت اور فنِ تعمیر میں مہارت و کمال کے منہ بولتا ثبوت ہیں۔

1۔ مسجدِ قرطبہ

یہ عظیم الشان مسجد بنو عباس کی فنِ تعمیر میں خصوصی دلچسپی کا عظیم شاہکار ہے۔ عباسی حکمران عبدالرحمٰن الداخل نے 784ء میں اندلس میں اس کی بنیاد رکھی مگر تکمیل سے پہلے وہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے، آپ کے بعد ہر آنے والے حکمران اس کی تعمیر میں اضافہ کرکے اس کارِ خیر

میں حصہ لیتے رہے۔ تقریباً دو سو برس کے طویل عرصہ میں یہ عالیشان مسجد پایہ تکمیل تک پہنچی۔ اس طویل جدوجہد اور محنت کے نتیجے میں اسلامی عظمت کا منہ بولتا ثبوت اس خوبصورت اور وسیع مسجد کی تکمیل ہوئی کہ دنیا کی کوئی مسجد و عمارت حسن وجمال اور وسعت وندرت میں اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔اس کی عمارت ایک ہزار دو سو تریانوے ستونوں پر قائم تھی۔[20] مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبال مرحوم 1932ء کو مسجدِ قرطبہ تشریف لے گئے تھے وہاں سے اپنے بیٹے جاوید اقبال کے نام خط میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس مسجد کو دیکھنے کے لئے زندہ رہا، یہ مسجد دنیا کی تمام مساجد سے بہتر ہے، خدا کرے تم جوان ہو کر اس عمارت کے انوار سے اپنی آنکھیں روشن کرو۔ اس مسجد کی پوری عمارت میں ترتیب، خوبصورتی، فنی مہارت اور پرکاری کا اس طرح مظاہرہ کیا گیا ہے جسے دیکھ کر انسان پر دہشت طاری ہو جاتی ہے۔[21] یہ اسلامی سلطنت کا ایسا عمدہ نقش ہے جس کی پر تکلف آرائش اور اس کا دلربا انداز کسی قدیم وجدید عمارت میں نہیں پایا جاتا۔[22] اس مسجد کے مینار بھی نہایت شاندار اور قابل دید ہیں۔ایس پی سکاٹ لکھتا ہے:

> اس مسجد کے میناروں کا عمدہ تناسب اور اس کے لاثانی نقش و نگار مسلمانانِ اندلس کے لئے باعثِ افتخار ہیں۔[23]

2۔ قصرالزہراء

مسلمان حکمرانوں کی فنِ تعمیر سے دلچسپی اور اس میں کمالِ مہارت و توجہ کی ایک علامت اور بیّن دلیل قصر الزہراء ہے، یہ اپنے زمانے میں دنیا کا سب سے حسین و جمیل شہر سمجھا جاتا تھا، جو شاہی محلات، مجلسوں، درباروں، شاہی خاندان کے رہائشی مکانوں اور جامع مسجد پر مشتمل تھا۔ یہ عظیم الشان محل شان و شوکت، حسن وجمال اور شکوہ وجلال کے لحاظ سے پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھا۔[24]

317ھ میں خلیفہ عبدالرحمان الناصر (الملقب بہ عبدالرحمان سوم) حکمران بنے جنہوں نے اپنی ایک کنیز "الزہراء" کی فرمائش پر 325ھ میں قرطبہ شہر کے قریب جبل العروس پر "قصر الزہراء" کے نام سے ایک عالیشان محل کی بنیاد ڈالی، یہ محل اتنا وسیع و عریض اور کشادہ تھا کہ رفتہ رفتہ

اس کا نام مدینۃ الزہراء پڑ گیا۔ اس کی وسعت اور کشادگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف اس کی چار دیواری میں پندرہ ہزار خوبصورت اور عالیشان دروازے لگے ہوئے تھے[25]۔

اس محل کے اندر قیمتی سنگ مرمر سے تراشے گئے تین سو ستون نصب تھے۔ اس کا ایک ایوان "قصر الخلفاء" کے نام سے موسوم تھا، جس کی دیواریں اور چھت شفاف سنگ مرمر اور سونے کی تھیں۔ چھت کے بیچ میں وہ عجیب جوہر لٹکا ہوا تھا جو قسطنطنیہ کے حکمران نے خلیفہ ناصر کو تحفے میں دیا تھا۔ اسی ایوان کے عین وسط میں نہایت خوبصورت حوض تھا جس میں پارہ بھرا رہتا تھا۔ ایوان کے ہر ضلع میں آٹھ آٹھ محرابوں پر مشتمل در تھے۔ یہ محرابیں مختلف رنگوں کے مضبوط بلوری ستونوں پر قائم تھیں اور ان کے کواڑ آبنوس اور ہاتھی دانت کے بنے ہوئے تھے، جن پر جواہرات جڑے ہوئے تھے جب اس ایوان کے اندر دھوپ پڑتی تو دیواریں اور چھت اس طرح چمکنے لگتیں کہ ناظرین کی نظریں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ خلیفہ ناصر جب اس ایوان میں ہوتے اور حاضرین پر رعب طاری کرنا چاہتے تو اپنے خادم کو اشارہ کر دیتے جو حوض میں بھرے پارے کو ہلا دیا کرتے، پارے کے ہلنے کے نتیجے میں دھوپ کی شعاعیں پورے ایوان میں بجلی کی طرح کوندنے لگتیں، جس سے یوں محسوس ہوتا جیسے پورا کمرہ گردش کر رہا ہو۔[26]

قصرِ زہراء کی تکمیل کے بعد "مسجد زہرہ" کی تعمیر ہوئی اس کا فرش سرخ سنگ مرمر کا تھا۔ یہ ایک عظیم الشان اور انتہائی خوبصورت مسجد تھی جب یہ مسجد مکمل ہوئی تو مغرب کی پہلی نماز قاضی ابو عبد اللہؒ نے پڑھائی۔ جس زمانے میں مدینۃ الزھراء تعمیر کیا گیا بظاہر وہ مسلمانوں کے عروج اور ترقی کا زمانہ تھا اور اس جنتِ ارضی کو دیکھ کر بڑی بڑی طاقتیں لرزہ براندام ہوا کرتی تھیں، لیکن اگر حقیقت شناس نگاہ سے دیکھا جائے تو اندلس میں مسلمانوں کے زوال کا آغاز انہی عشرت کدوں کی تعمیر سے ہوا ہے جنہوں نے رفتہ رفتہ مسلمانوں سے ان کا زہد، جفاکشی اور بے تکلف زندگی کی قوت چھین لی۔[27]

ایک مرتبہ خلیفہ ناصر اس ایوان میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنے مصاحبوں سے کہہ رہا تھا کہ دنیا میں کسی بڑے سے بڑے حکمران نے تعمیر کی تاریخ میں اس طرح کا کارنامہ انجام دیا ہے جیسا اس ایوان کی تعمیر سے میرے ہاتھوں سے ہوا ہے؟ اس پر خوشامدی درباریوں نے خلیفہ کی پرزور تائید کی

اور خوب خوشامدیں کرنے لگے۔ اتنے میں قاضی منذر بن سعیدؒ تشریف لے آئے۔ خلیفہ نے ان کے سامنے بھی اپنے کارنامے کے طور پر اس ایوان کی عظمت کا تذکرہ کیا۔ اس پر قاضی منذر فرمانے لگے: امیر المومنین! اللہ تعالی نے آپ پر اپنا فضل و کرم فرمایا ہے۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کے علاوہ کسی ایسی بات پر فخر کریں گے جو حق تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیسے؟ قاضی منذرؒ نے اس کے جواب میں قرآنِ کریم کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

﴿وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ (33)وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ (34) وَزُخْرُفًا وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ (35)﴾[28]

خلیفہ نے ان آیات کو سن کر سر جھکا لیا۔ قاضی منذرؒ نے کلام کو جاری رکھا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور بعد میں اس نے ایوان کی چھت سے سونے چاندی کو اتروا دیا۔[29]

مدینۃ الزہراء اس طرح کے بے شمار عجائب پر مشتمل تھا، جس میں مصنوعی دریا بھی بنائے گئے تھے، اور جانوروں کے لئے باغ بھی تھے تاکہ جانور اپنے قدرتی اور فطری ماحول میں رہیں، عصرِ حاضر میں جانوروں کے لئے محفوظ باغ (Game Reserve) بنانے کا جو طریقہ رائج ہے اس کی ابتداء مدینۃ الزہراء سے ہوئی تھی۔[30]

3۔ قصرِ اشبیلیہ

مسلمانانِ اندلس کا ایک اور اہم تعمیری یادگار "قصرِ اشبیلیہ" کی تعمیر و تزیین ہے۔ اس محل کے حسن و جمال اور شان و شوکت کا تذکرہ کرتے ہوئے محمد لبیب البتونی تحریر فرماتے ہیں:

یہ عمارت عظمت و جلالت، عجیب و غریب طرزِ تعمیر، عمدہ نقش و نگار کے اعتبار سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اس کی شان و شوکت اور حسن و

جمال کو دیکھ کر آدمی پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ایسی عظیم الشان عمارت کا تخیل اور تصور کا انسانی عقل میں آنا ناممکن ہے۔[31]

4۔قصر الحمراء

مسلمانوں کی شاندار ماضی کی یاد دلانے والا یہ قلعہ چوتھی صدی میں تعمیر ہوا تھا اس کے بعد مختلف ادوار میں غرناطہ کے مختلف حکمران اس میں اضافے کرتے رہے یہاں تک کہ الاحمر نے 635ھ میں اس میں نئے اضافے کر کے اس کو مرکزِ سلطنت کی حیثیت دیدی۔ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں اس کے بیٹے محمد بن احمر نے اس قلعے میں وہ پر شکوہ شاہی محل تعمیر کیا جو قصر الحمراء کے نام سے معروف ہے۔اس کے بعد اس کے بیٹوں نے اس میں مختلف اقسام کی جدتیں اور اضافے کر کے اسے فنِ تعمیر کا شاہکار بنادیا۔

الحمراء کا پورا علاقہ طول میں تقریباً سات سو چھتیس (736) میٹر اور عرض میں دو سو میٹر (200) ہے،جو قلعے،شاہی محل اور باغات پر مشتمل ہے۔اس کے گرد ایک مضبوط فصیل ہے۔[32] قصر الحمراء کے شاندار مناظر مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا نمونہ اور اس زمانے کی ترقی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔یہ محل مختلف قسم کے خوبصورت اور دیدہ زیب محرابوں پر مشتمل ہے جس سے اہلِ عرب کے متلون حساس مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ان محرابوں کے نیم قوسی بالائی حصوں میں مختصر فاصلوں سے مختلف انواع واقسام کی دلفریب جالیاں بنی ہوئی ہیں۔جن سے نکلنی والی سورج کی کرنیں بہت عمدگی کے ساتھ کمروں کو منور کرتی ہیں۔دیواروں پر ملمع سازی کا کام اس عمدگی سے ہوا ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔قبوں کی تزیین و آرائش اس انداز میں کی گئی ہے کہ جڑے ہوئے جواہرات نظر آتے ہیں۔ہر طرف نور کا مینار نظر آرہا ہوتا ہے۔فنِ تعمیر کے ماہرین اور نقاد اس محل کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوتے ہیں۔[33]

یہ محل اپنے حسن و جمال اور شان و شوکت کے اعتبار سے فنِ تعمیر کا شاہکار اور بے مثال کارنامہ ہے۔[34]

یہ محل سلطنتِ غرناطہ کی عظمتوں ورفعتوں کی علامت ہے۔ دنیا کا بے نظیر عجوبہ ہے۔ زمانے کے حوادث کے نتیجے میں اس کی شان وشوکت ختم ہوگئی، اس کی روشنی تاریکی میں تبدیل ہو گئی، مگر اس کا مرثیہ اور حیرت انگیز واقعات آج بھی تازہ ہیں۔ حتیٰ کہ جن بادشاہوں نے اس کی تعمیر اور تخریب میں حصہ لیا ان کے نام بھی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ علامہ ابن العربی ان تاریخی آثار و نشانات کی خستہ حالی اور ویرانی پر اپنے دردِ دل کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بہت سے ایسے مکان جن کے کھنڈرات مکین کے بغیر ویران حالت میں پڑے ہیں، ان پر پرندے نوحہ خوانی کر رہے ہیں میں نے ایک نوحہ خوان پرندے سے پوچھا جس کا دل درد ودکھ سے بھرا ہوا تھا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس گزرے ہوئے زمانہ کو رو رہی ہوں جو کبھی واپس نہیں آئے گا۔[35]

5۔بغداد کی تعمیر

عباسیوں کا ایک عظیم اور نمایاں کارنامہ بغداد جیسے عالیشان اور انٹر نیشنل شہر کی تعمیر ہے، جس کی بنیاد عباسی خلیفہ منصور نے 154ھ میں رکھی۔[36] اس شہر کا نقشہ خود خلیفہ منصور کے ذہن میں آیا اور اسی کا پیداوار تھا۔ جو کہ مدوّر (گول) تھا اس لئے اسے المدینۃ المدورۃ کہا جاتا تھا،[37] اس شہر کی تعمیر کے دوران روزانہ ایک لاکھ مزدور کام میں مصروف رہتے تھے۔[38]

بغداد شہر کی آبادی نہایت خوبصورت اور مرتب تھی۔ سڑکوں اور شاہراہوں کے کنارے نہریں تھیں، اور ان کے اطراف میں مکانات تھے۔ دشمنوں کے حملوں اور سازشوں سے بچنے کی خاطر شہر کے گرد مضبوط شہر پناہ اور ایک چوڑی خندق تھی۔ خندق ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی۔ بغداد شہر میں تیس مدرسے تھے، ہر مدرسے کی عمارت ایسی خوبصورت اور عالیشان تھی کہ بڑے بڑے محلات اس کے سامنے شرماتے تھے۔[39]

6۔رصافہ شہر کی تعمیر

منصور کے بعد مہدی کا دور آیا، آپؒ نے بغداد شہر سے باہر "رصافہ" نامی شہر تعمیر کیا۔ اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے رصافہ کے نام سے ایک عالیشان اور خوبصورت شہر تعمیر کیا۔

برامکہ کے حکمرانوں نے اس شہر کو چار چاند لگادیئے، انہوں نے یہاں پر عظیم الشان محلات تعمیر کئے جو اپنی مثال آپ تھے ان قصور میں قصرام حبیب اور قصر دار الخلافہ زیادہ نمایاں ہیں۔[40]

7۔شاہی کالونی

معتز باللہ نے اپنے دورِ حکومت میں احمد بن طولون کو مصر کا حکمران مقرر کیا۔اس نے مقام فسطاط کے باہر ایک عمدہ اور حسین شاہی کالونی بسائی جس میں انہوں نے عالیشان محلات، چڑیا گھر، گھوڑ دوڑ کے میدان، حمام، منڈیاں اور شفاخانے بنوائے۔ 263ھ میں انہوں نے یہاں پر ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی جو مسجد ابن طولون کے نام سے معروف ہے۔ اس کے بعض کونوں پر ایک خوبصورت نقش و نگار کیا گیا ہے جو نقش و نگاری کے اصولوں کی بنیاد معلوم ہوتی ہے، اور مسلمان کاریگروں کی ذہانت وذکاوت کا واضح ثبوت ہے۔[41]

فاطمی دور کے تعمیری آثار

296ھ بمطابق 909ء کو فاطمی خاندان اقتدار پر قابض ہوا۔اور تقریباً تین سو سال تک برسرِ اقتدار رہا۔اس دور میں انہوں نے کئی نمایاں اور اہم کارنامے انجام دیئے جن میں فنِ تعمیر کی ترقی ایک اہم اور بنیادی کارنامہ ہے۔ارنسٹ ٹاڑ حیام رچمند ایک جگہ لکھتے ہیں:

اگر یہ خاندان نہ ہوتا تو اسلامی فن تعمیر کا پورا دور کچھ اور ہی ہوتا۔[42]

اس دور میں بہت تعمیراتی کام ہوئے،اس دور کے اہم کارناموں میں چند اہم تعمیری کارنامے یہ ہیں۔

1۔مہدیہ کی تعمیر

296ھ میں المہدی قیروان کے حاکم ہوئے انہوں نے 303ھ میں مہدیہ شہر کی تعمیر شروع کی۔ شہر کے ارد گرد مضبوط فصیل تعمیر کی گئی۔اس فصیل میں اتنے مضبوط اور وزنی لوہے کے پھاٹک لگائے گئے جس کے ایک کواڑ کا وزن تقریباً سو(100) قنطار تھا۔شہر کے اندر سنگ مرمر کے خوبصورت محلات،تالاب اور زیرِ زمین گودام تعمیر کئے گئے۔[43]

2۔قاہرہ کی تعمیر

فاطمی جرنیل جوہر بن عبداللہ نے 359ھ کو قاہرہ کی بنیاد رکھی۔ یہ شہر اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ آج تک مصر کا دارالسلطنت ہے۔ جوہر نے قاہرہ میں ایک مسجد بنوائی جو بعد میں جامعہ ازہر کے نام سے مشہور ہوئی۔ العزیز نے اپنے دور میں اس مسجد کو درس وتدریس کے لئے بھی استعمال کرنا شروع کیا۔[44]

3۔ قصرالکبیر الشرقی اورالغربی

قاہرہ شہر کے مشرقی حصہ میں خلیفہ المعز کا محل "قصرالکبیرالشرقی" واقع تھا جس کے دس پھاٹک تھے۔ ہر پھاٹک پر فوجی دستے متعین تھے۔ اس محل سے زیرِ زمین راستہ ایک دوسرے عالیشان محل کی طرف جاتا تھا جسے قصرالغربی یا قصرالبحر کہا جاتا تھا، جو دریائے نیل کے کنارے مغربی حصہ میں واقع تھا۔[45]

خلاصۂ بحث

فنِ تعمیر میں مسلمانوں کے کارناموں کے تذکرے سے مسلمانوں کی تابناک ماضی اور مسلمان حکمرانوں اور کاریگروں کی فنِ تعمیر میں مہارت، دلچسپی، عمدہ کارکردگی اور اس فن کو بامِ عروج تک پہنچانے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ نیز یہ کہ مسلمانوں نے اپنے عہدِ عروج میں ہر فن میں انتہائی مہارت اور کمال حاصل کیا اور رہتی دنیا تک اپنی عظمت کا لوہا منوانے میں کامیاب ہوئے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] منشی محمد خلیل الرحمٰن، اخبارالاندلس، کواپریٹو پریس لاہور، 1340ھ، ج:3، ص:589

[2] سید مبارز الدین رفعت، اسلامی فن تعمیر، ایم اے، عثمانیہ، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ص:20

[3] أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني، المتوفى: 275ھ۔ سنن أبي داود، المكتبة العصرية، بیروت، ج:1، ص:123

[4] شاہ معین الدین، ندوی، تاریخ اسلام، حصہ اول، ص:248

[5] عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي، تاریخ الخلفاء، مطبعة السعادة، مصر، الطبعة الأولى، 1371ھ، ج:1، ص:173

[6] أحمد بن يحيى البَلَاذُري (المتوفى: 279ھ)، فتوح البلدان، مكتبة الهلال، بيروت، ط: 1988م، ص: 271

[7] ڈاکٹر سید علی بلگرامی، عربوں کا فن تعمیر، رفاہ عام سٹیم پریس، لاہور، 1910ء، ص: 40

[8] ٹیٹس روم کا دسواں شہنشاہ تھا اس کے دور حکومت میں بیت المقدس کو رومیوں نے فتح کیا تھا۔ (تمدن عرب، ص 153)

[9] ڈاکٹر سید علی بلگرامی، اعظم سٹیم پریس، حیدر آباد، دکن، 153

[10] تمدن عرب، ڈاکٹر سید علی بلگرامی، تمدن عرب، اعظم سٹیم پریس، حیدر آباد، دکن، ص: 155

[11] ڈاکٹر سید علی بلگرامی، تمدن عرب، اعظم سٹیم پریس، حیدر آباد، دکن، ص: 159

[12] الدکتور احمد شبلی، التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیۃ، ص: 68

[13] شاہ معین الدین ندوی، حصہ دوم

[14] تاریخ ابن عساکر، تاریخ اسلام، ج: 2، ص: 19،

[15] أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى: 774ھ)، البداية والنهاية، دار إحياء التراث العربي، الطبعۃ الاولى 1408ھ، ج: 9، ص: 173

[16] جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597ھ)، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 1412ھ، ج: 6، ص: 285

[17] أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن علي (المتوفى: 732ھ)، المختصر في أخبار البشر، المطبعة الحسينية المصرية، الطبعة: الأولى، ج: 1، ص: 199

[18] جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597ھ)، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 1412ھ، ج: 6، ص: 287

[19] الحافظ علی بن الحسین المعروف بابن عساکر، تاریخ دمشق، دار الفکر، بیروت، ج: 2، ص: 247

[20] أحمد بن محمد المقري التلمساني، نفح الطيب، دار صادر، سنة النشر 1388ھ، ج: 1، ص: 547

[21] محمد لبیب البتونی، رحلۃ الاندلس، ص: 48

[22] ڈاکٹر سید علی بلگرامی، اعظم سٹیم پریس، تمدن عرب، حیدر آباد، دکن، ص: 349

[23] منشی محمد خلیل الرحمٰن، اخبار الاندلس، کواپریٹو پریس لاہور، 1340ھ، ص:598

[24] دنیا مرے آگے، ص:53،54

[25] نفح الطیب، ج:1، ص:245

[26] نفح الطيب،أحمدبن محمدالمقري التلمساني، دارصادر، سنةالنشر 1388هـ، ج: 2، ص: 65تا 68

[27] مفتی محمد تقی عثمانی، دنیا مرے آگے، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 1430ھ، ص:54

[28] الزخرف : 33، 34 ، 35

[29] دنیا مرے آگے، ص:54،55، بحوالہ نفح الطیب، ج"2، ص:109

[30] دنیا مرے آگے، ص:54،55

[31] رحلة الاندلس، محمد لبيب البتونى، ص: 41

[32] دنیا مرے آگے، ص:34،35

[33] منشی محمد خلیل الرحمٰن، اخبار اندلس، کواپریٹو پریش لاہور، 1340ھ، ج:3، ص:619

[34] ڈاکٹر سید علی بلگرامی، تمدن عرب، اعظم سٹیم پریس، حیدر آباد، دکن، ص:269

[35] نفح الطيب، أحمدبن محمدالمقري التلمساني، دارصادر، سنةالنشر 1388هـ، ج: 1، ص: 246

[36] اخبار الاندلس، ص:612،611

[37] التاريخ الاسلامى والحضارة الاسلامية، ج:3، ص: 204

[38] نفح الطيب، ص:246

[39] تاریخ اسلام، ج:2، ص:441

[40] التاريخ الاسلامى والحضارة الاسلامية، ص: 209

[41] ڈاکٹر سید علی بلگرامی، عربوں کا فن تعمیر، رفاہ عام سٹیم پریس، لاہور، 1910ء ص:97،98

[42] سید مبارز الدین رفعت، ایم اے، اسلامی فن تعمیر، عثمانیہ، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ص:110

[43] جسٹس امیہ علی، تاریخ اسلام، جاوید پریس کراچی، ص:421

[44] اسلامی فن تعمیر، ص:165

[45] ایضاً، ص:193،192